عملی سرگرمیاں:

۱۔ خود انحصاری کی اہمیت پر مضمون نویسی کا مقابلہ منعقد کریں۔
۲۔ اس باب میں سے کلاس میں ایک کوئز کا اہتمام کریں۔
۳۔ ''پاکستان کی معیشت پر غیر ملکی اثرات''۔ ماہر اقتصادیات کو کلاس میں دعوت دے کر اس موضوع پر بحث مباحثہ کروائیں۔

NOT FOR SALE

باب ۴
بین الاقوامی تنازعات اور اُن کا حل

تدریسی مقاصد

اس باب کے پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

۱۔ گزشتہ نصف صدی کے تاریخی تناظر میں موجودہ عالمی تنازعات کی نشاندہی کر سکیں۔
۲۔ اُس عالمی تناظر کی نشاندہی کر سکیں جس میں تنازعات کی حل کیلئے بات چیت کو اِستعمال کیا گیا۔
۳۔ عالمی تنازعات کے وجوہات کی نشاندہی کر سکیں۔
۴۔ تنازعات کے حل کے موثر حکمت عملیوں کی نشاندہی کر سکیں (سچائی اور مصالحت جنوبی افریقہ)۔
۵۔ عالمی سطح پر ثالث اِداروں کی نشاندہی کر سکیں مثلاً اقوام متحدہ۔
۶۔ اقوام متحدہ کے عالمی عدالت انصاف کے افعال کو بیان کر سکیں۔
۷۔ عالمی تنازعات کے حل میں افراد کا کردار کا بطورِ ثالث اور بات چیت کنندہ وضاحت کر سکیں۔
۸۔ ایک اچھے ثالث اور گفت و شنید کنندہ کے خصوصیات کی نشاندہی کر سکیں۔
۹۔ یہ تجاویز دے سکیں کہ اِن خصوصیات کو کیسے اپنایا جا سکتا ہے۔

NOT FOR SALE

تعارف:

جہاں اِنسان آباد ہوں تو وہاں باہمی مدد اور تعاون کے ساتھ ساتھ اِختلافات کا وجود پذیر ہونا بھی ایک قدرتی امر ہے۔ دو اِنسانوں کے درمیان تنازعہ پیدا ہوسکتا ہے۔ ایک خاندان یا قبیلہ کے اندر تنازعہ پیدا ہوتا ہے اور ہم وطن لوگوں کے درمیان تنازعات جنم لیتے ہیں۔ اِسی طرح ممالک کے درمیان اِختلافات و تنازعات کا پیدا ہونا بھی ایک قدرتی امر ہے۔ دُنیا میں پہلی اور دوسری جنگ عظیم اور ممالک کے درمیان جنگوں کی وجوہات بھی وسائل و بالادستی وغیرہ حاصل کرنے کیلئے تنازعات سے شروع ہوئیں۔ تنازعات پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن ممالک باہمی مشاورت، سوچ و فکر اور بہترین حکمت عملی کے ذریعے اِن تنازعات کو حل بھی کرسکتے ہیں۔

موجودہ عالمی تنازعات کا تاریخی پس منظر
(Historical Background of the Existing International Conflicts)

ا۔ فلسطین کا تنازعہ (Palestine Dispute):

جدید فلسطین مشرقِ وسطیٰ کا وہ علاقہ ہے جو بحیرہ روم سے دریائے اُردن اور لبنان سے مصر کے جزیرہ نماء سینائی تک پھیلا ہوا ہے۔ فلسطینی علاقہ 1917ء میں ترکی سے برطانیہ کے کنٹرول میں چلا گیا۔ اُسی زمانے میں یہودیوں کی ایک عالمی تنظیم Zionism کے نام سے شروع کی گئی تھی جس کا مقصد دُنیا بھر میں پھیلے ہوئے یہودیوں کیلئے فلسطینی علاقے میں اِسرائیل کے نام سے ایک. یاست کا قیام تھا۔ برطانیہ نے بھی اِس مقصد کی حمایت کا اِعلان کیا تھا۔ عربوں کی واضح مخالفت کے باوجود یہودیوں نے فلسطینی علاقوں میں آنا شروع کیا اور 1947ء تک تقریباً 19 لاکھ کے قریب یہودی یہاں آباد ہوچکے تھے۔ اُسی سال اقوامِ متحدہ نے فیصلہ کیا کہ اِس علاقے کو دو ریاستوں یعنی فلسطین اور اِسرائیل میں تقسیم کیا جائے گا اور بیت المقدس (یروشلم) کو عالمی کنٹرول میں دیا جائے گا۔ اِسرائیل نے یہ فیصلہ تسلیم کیا لیکن عربوں نے علاقے کی تقسیم کی سخت مخالفت کی۔ اِس طرح 14 مئی 1948ء کو اِسرائیلی ریاست کے قیام کا اِعلان کیا گیا۔

NOT FOR SALE

اِسرائیل کے قیام کے وقت اِس علاقے میں 35 فیصد یہودی اور 65 فی صد فلسطینی آباد تھے۔ اِسرائیل کے وجود کو عرب دُنیا نے تسلیم نہیں کیا اور 49-1948ء میں عرب اِسرائیلی جنگ میں عربوں کو شکست ہوئی۔ اِسرائیل نے یروشلم کے نئے شہر اور فلسطین کے آدھے علاقے پر قبضہ کیا۔ اُردن نے پرانے یروشلم اور دریائے اُردن کے مغربی کنارے جبکہ مصر نے غزہ کی پٹی پر قبضہ کیا۔ سال 1967ء میں عرب اور اِسرائیل کے درمیان چھ دن کی جنگ ہوئی جس میں اِسرائیل نے دریائے اُردن کا مغربی کنارہ، غزہ کی پٹی اور مشرقی یروشلم پر قبضہ کیا۔ اِس سے فلسطینی بکھر گئے۔ دس لاکھ کے قریب اِسرائیل کے شہری بنے، اُنتالیس لاکھ مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی میں اور پچاس لاکھ کے قریب اُردن، لبنان، شام اور دیگر عرب ممالک میں پناہ گزین ہوئے۔ اِس دوران فلسطینی مجاہدین اور اِسرائیلیوں کے درمیان چھوٹی موٹی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ فلسطینی عوام پر ناقابلِ بیان ظلم کیے گئے اور مغربی ممالک اِسرائیل کا ساتھ دیتے رہے۔ 13 ستمبر 1993ء کو اوسلو کے مقام پر آزادی فلسطین کی تنظیم (Palestine Liberation Organization-PLO) کے سربراہ یاسر عرفات اور اِسرائیلی حکومت کے درمیان معاہدہ ہوا۔ غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے کے کچھ علاقے میں فلسطین نیشنل اتھارٹی کے نام پر اپنی حکومت قائم کی گئی۔ لیکن اِس کے بدلے پی ایل او نے اِسرائیل کو بھی تسلیم کیا جس سے فلسطینی مجاہدین ناراض ہوئے اور اُنہوں نے حماس نامی تنظیم کے زیرِ قیادت اِسرائیل کو مٹانے اور فلسطینی ریاست کے قیام کیلئے مسلح جدوجہد کا عہد کیا ہے۔ بعد میں مستقل حل کیلئے پی ایل او اور اِسرائیل کے درمیان بات چیت 2010ء تک جاری رہی لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا اور اِس طرح اوسلو معاہدہ کا مستقبل بھی خطرے میں ہے۔ تاہم اِس مسئلے کے حل کیلئے فریقین گفت و شنید میں مصروف ہیں اور جو کچھ فلسطینی قومی اتھارٹی کی شکل میں نظر آرہا ہے یہ گفت و شنید کا ثمر ہے۔

۲۔ افغانستان کا تنازعہ (Afghan Dispute):

افغان تاریخ جنگوں سے بھری ہوئی ہے۔ موجودہ افغان تنازعہ اُس وقت شروع ہوا جب گیارہ ستمبر 2001ء کو امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر نیویارک اور پینٹا گان پر ہوائی حملے ہوئے اور اُن میں مالی نقصان کے علاوہ ہزاروں افراد بھی مر گئے۔ امریکہ نے اِس کا دعویٰ ایک اِنتہا پسند مسلمان تنظیم القاعدہ پر کیا جس کی قیادت اُس وقت افغانستان میں طالبان حکومت کی مہمان تھی۔ امریکہ نے افغانستان میں طالبان سربراہ مملکت مُلا محمد عمر سے دو مطالبات کیے یعنی افغانستان میں القاعدہ کے تمام مراکز کا بند کرنا اور القاعدہ کی قیادت خصوصاً اُسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کرنا۔ افغان قیادت نے اِن مطالبات کو پورا کرنے سے اِنکار کیا اور امریکہ نے طالبان اور القاعدہ کے خلاف جنگ کا اِعلان کیا۔ اِس دہشت گردی کے خلاف عالمی

اتحاد کے نام سے امریکہ نے اپنی حامیوں کو جمع کیا جس میں پاکستان کو بھی ڈرا دھمکا کر شامل کیا گیا۔ افغانستان پر ٹنوں کے حساب سے بارود برسایا گیا۔ چند مہینوں میں طالبان حکومت کا خاتمہ کیا گیا۔ کئی اہم طالبان والقاعدہ قائدین کو قتل کیا گیا اور کئی گرفتار کئے گئے۔ گرفتار قیدیوں کو کیوبا کے جیل 'گوانتاناموبے' میں غیر انسانی سزائیں دی گئیں۔ افغانستان میں القاعدہ کے تمام اہم پناہ گاہوں اور تربیت گاہوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔

افغانستان میں امریکہ نے اپنی حمایت یافتہ حکومت قائم کی ہوئی ہے جسے نیٹو اور چالیس سے زیادہ اتحادی ممالک کی حمایت حاصل ہے لیکن تاحال افغانستان میں امن نہیں ہے جس سے ہمارے قبائلی علاقے اور خیبر پختونخوا شورش میں ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ امریکہ اپنی خارجہ پالیسی میں حقیقت پسندی کا عنصر شامل کرتے ہوئے عالمی مسلمان تحریکوں کو دہشت گرد کہنے کی بجائے اُسے آزادی پسند تحاریک تسلیم کرے اور ظالم کا ساتھ دینے کی بجائے مظلوم کی دادرسی کرے تو شاید پھر کبھی بھی کوئی گیارہ ستمبر 2001ء جیسے واقعات دہرانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اسلئے امریکہ اور اسکے اتحادیوں کو 'جیو اور جینے دو' کی پالیسی اختیار کرنی چاہیئے۔

افغانستان کے مسئلے کے پائیدار حل کیلئے ضروری ہے کہ:

۱۔ امریکہ اور اتحادی افواج افغانستان سے نکل جائیں۔

۲۔ امریکہ مسلم دوست پالیسی اپنائے۔

۳۔ عالمی مسائل کو مساوات، انصاف اور ہمدردی کی بنیاد پر دیکھے جائیں۔

۴۔ جمہوریت کو پھلنے پھولنے دیا جائے اور ہمسایہ ممالک دیانتدارانہ کردار ادا کریں۔

۵۔ دیانتدار افغان قیادت کو آگے لایا جائے۔

۶۔ اقوام متحدہ اور اسلامی سربراہی کانفرنس موثر کردار ادا کریں۔

۷۔ ہر کسی کا باعزت طور پر جینے اور بقاء کا حق تسلیم کیا جائے۔

۸۔ امریکہ، افغان قیادت اور طالبان بیٹھ کر بامقصد مذاکرات کریں۔

عالمی تنازعات اور مسائل کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ایک نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ہر مسئلے میں انسانی جان و مال کے ضیاع کے بعد اقوام نے بالآخر مذاکرات کا راستہ اپنایا ہے۔ اسلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مسئلے کو سفارتی اور سیاسی انداز میں حل کیا جائے اور باہمی گفت وشنید کا راستہ اختیار کیا جائے۔

NOT FOR SALE
NOT FOR SALE

Pak 1948ء آزاد کشمیر
Pak 1965ء
India 1971ء Pak is Bangladesh
draw 1999ء دونوں کو نقصان

۳۔ کشمیر کا تنازعہ (Kashmir Dispute)

پاک و ہند کی آزادی سے پہلے کشمیر ایک آزاد ریاست تھی۔ تین جون 1947ء کے تقسیم ہند کے منصوبے کے مطابق تمام ہندوستانی ریاستوں کو یہ حق دیا گیا تھا کہ ریاستوں کے حاکم اپنی ریاستوں کی جغرافیائی حدود دیکھیں کہ وہ بھارت کے نزدیک اور متصل ہیں یا پاکستان کے۔ دوسری بات یہ کہ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت ہے یا ہندوؤں کی۔ کشمیر کے راجہ نے اِن دونوں باتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بھارت سے اِلحاق کا اِعلان کیا۔ اِس پر کشمیری مسلمانوں نے اِعتراض کیا۔ پاکستان کے قبائلیوں نے کشمیر جا کر بھارت کے خلاف جہاد کا اِعلان کیا اور موجودہ آزاد کشمیر کو بھارت سے آزادی دلوائی جبکہ مقبوضہ کشمیر بھارت کے قبضے میں ہے۔ کشمیر کی جنگ کو روکنے کیلئے بھارت اقوام متحدہ پہنچ گیا اور اقوام متحدہ نے ایک قرارداد کے ذریعے کشمیر میں اِستصواب رائے کرا کے کشمیر کی مستقبل کا فیصلہ کرنے کی سفارش کی لیکن بھارت نے اِس پر بھی خاموشی اِختیار کی ہوئی ہے۔ مقبوضہ اور آزاد کشمیر کے درمیان لائن آف کنٹرول قائم کی گئی ہے۔

کشمیر میں عوام نے ہندوستان سے آزادی حاصل کرنے کیلئے جدوجہد شروع کر رکھی ہے۔ آل پارٹیز حریت کانفرنس عوام کی نمائندہ سیاسی اِتحاد ہے۔ بھارت نے تحریک آزادی کو دبانے کیلئے کشمیر میں فوج کا ایک بڑا حصہ متعین کیا ہوا ہے اور اب تک پانچ لاکھ کے قریب کشمیریوں کو شہید کیا گیا ہے۔ کشمیر کا مسئلہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک سنگین مسئلہ ہے جو کسی بھی وقت دونوں ممالک کے درمیان جنگ کا سبب بن سکتا ہے۔ دونوں ممالک ایٹمی طاقتیں ہیں اور کوئی ممکنہ جنگ پورے ایشیاء یا پھر شاید ساری دُنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ یہ مسئلہ خطے کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اِس لئے اِسکا فوری حل ضروری ہے۔ اِس مسئلے کے ممکنہ حل درج ذیل ہیں:

۱۔ کشمیر کے دونوں حصوں کو آزادی دیکر ایک مسلمان ریاست قائم کی جائے۔

۲۔ دونوں حصوں کو تقسیم کر کے آزاد ریاستیں بنائی جائیں۔

۳۔ کشمیریوں کو خود فیصلہ کرنے کا اِختیار دیا جائے۔

دُنیا اور ایشیاء کے امن اور ترقی کیلئے اِس مسئلے کا حل بے حد ضروری ہے تاکہ دونوں ممالک اور کشمیری عوام اپنی توجہ ترقیاتی سرگرمیوں پر مرکوز کر سکیں۔ اِسلئے مسئلے کو بندوق کے ذریعے حل کرنے سے بہت بہتر ہے کہ بھارت، پاکستان اور کشمیری نمائندے گفت وشنید کے ذریعے اِس مسئلے کو حل کریں اور پاک۔ بھارت اعلیٰ سطحی مذاکرات کا عمل سنجیدگی کے ساتھ دوبارہ شروع کیا جائے۔

۴۔ عراق کا تنازعہ (Iraq Dispute):

امریکی اِنتظامیہ نے صدر بُش کی نگرانی میں یہ فیصلہ کیا کہ عراق بڑے پیمانے پر تباہی کا اسلحہ (WMD) تیار کررہا ہے جسے مہذب دُنیا کے خلاف اِستعمال کیا جاسکتا ہے۔ دراصل عراقی صدر صدام حسین دُنیا میں عموی اور مشرقِ وسطیٰ (عرب دُنیا) میں خصوصی طور پر امریکی مفادات کیلئے خطرہ تھا۔ اِس خطرے سے نمٹنے کیلئے تباہی کے اسلحے کا ڈرامہ رچا کر امریکہ نے عراق پر قبضہ جمانے کا پروگرام بنایا۔ عراق پر حملے اور قبضہ جمانے کی اہم وجوہات یہ تھیں:

۱۔ اِسرائیل کو صدام حسین کے جارحانہ عزائم سے بچانا۔
۲۔ صدام حسین کی حکومت اور ذات کا خاتمہ کیونکہ وہ امریکہ دشمن تھا۔
۳۔ عراق دُنیائے عرب کے امریکی دوستوں کیلئے خطرہ تھا۔ کویت عرب میں امریکی سرگرمیوں کا مرکز ہے اور عراق نے کویت پر حملہ کرکے اِس پر قبضہ کیا تھا۔
۴۔ صدام حسین کی سربراہی میں امریکہ مخالف بلاک بننے کا خطرہ تھا۔
۵۔ علاقے میں فوجی کارروائی اور جدید جنگی آلات کی نمائش کرنا تاکہ خوف وہراس پھیلے اور لوگ امریکہ کی امان میں چلے جانے کو ترجیح دیں۔
۶۔ عراق میں امریکہ دوست حکومت قائم کی جائے۔
۷۔ عراق کے ممکنہ ایٹمی صلاحیت کے اِمکانات کو کچل دیا جائے۔
۸۔ چین پر دباؤ بڑھے۔
۹۔ عظیم اِسرائیل کے قیام کیلئے راستہ ہموار کردیا جائے۔

امریکہ نے اِن مقاصد کے حصول کیلئے مارچ 2003ء میں عراق پر حملہ کیا۔ اِسرائیل نے امریکہ کی مکمل حمایت کی۔ چند دنوں میں عراق پر امریکہ نے قبضہ کرکے صدام حسین اور اُس کے ساتھیوں کو گرفتار کیا۔ سرسری یک طرفہ مقدمات چلا کے صدام حسین اور اُسکے ساتھیوں کو پھانسی دی گئی۔ کئی افراد کو بغداد کے ابوغُریب جیل میں غیر اِنسانی سزائیں دی گئیں لیکن کہیں بھی تباہی کا اسلحہ نہیں ملا۔ امریکہ کے صدر بارک حسین اوبامہ نے عراق میں تباہی کا اسلحہ نہ ملنے پر معافی مانگ لی اور عراق سے امریکی افواج کے مرحلہ وار اِنخلاء کا اِعلان کیا۔ اِس وقت عراق میں امریکہ کو کئی مشکلات کا سامنا ہے مثلاً عالمی رائے عامہ اور امریکی رائے عامہ عراق پر قبضے کے خلاف ہے؛ اِنسانی حقوق کی خلاف ورزی ہورہی ہے؛ شیعہ راہنما مقتدہ الصدر کو ایران کی حمایت حاصل ہے اور وہ امریکہ

NOT FOR SALE

NOT FOR SALE

کیلئے دردِ سر ہے؛ اِسلامی دُنیا میں امریکہ کے خلاف نفرتوں میں اضافہ ہورہا ہے؛ صدام حسین کے پیروکار امریکہ کے خلاف سرگرم ہیں اور عراق پر قبضہ امریکی معیشت کیلئے بھی بڑا خطرہ ہے۔

اِس مسئلے کو حل کرنے کیلئے تمام متعلقہ فریقین کو بات چیت کا راستہ اِختیار کرنا چاہیئے اور اِس حوالے سے بات چیت کی جو سرگرمیاں ہوئی ہیں انہیں فعال بنایا جائے۔

۵۔ اِیران کا ایٹمی تنازعہ: (Iran Dispute)

اِیران کے ایٹمی پروگرام پر امریکہ اور اِیران کے درمیان شدید تنازعہ موجود ہے۔ اِیران کا موقف ہے کہ اِیران پرامن مقاصد یعنی بجلی کی پیداوار اور صحت کے شعبہ میں ایٹمی ٹیکنالوجی کے اِستعمال کیلئے یورینیم افزودہ کررہا ہے اور اِیران نہیں چاہتا کہ یورینیم کو اتنا افزودہ کرے کہ جس سے ایٹمی اسلحہ بن سکے۔ امریکہ اور دیگر یورپی ممالک کا خیال ہے کہ اِیران پوشیدہ طور پر یورینیم کو اُس حد تک افزودہ کررہا ہے جس سے ایٹم بم بن سکتا ہے۔ اِس کے ساتھ امریکی حکام کا موقف ہے کہ اِیران کو یورینیم کی خطرناک حد تک افزودہ کرنے سے منع کرنے کیلئے وہ کوئی بھی راستہ اِختیار کرسکتے ہیں۔ امریکہ نے 2009ء کے دوران کوشش کی کہ اِیران کو سفارتی انداز میں ایسا کرنے سے منع کرے۔ امریکہ اور دیگر یورپی اقوام کی کوششوں سے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایران کے خلاف پابندیاں لگانے کے حق میں ووٹ دیا۔ امریکہ نے سال کے آخر میں ایک بار پھر گفت وشنید کا راستہ اِختیار کیا لیکن ابھی تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔

اِیران ایٹمی مواد کے عدم پھیلاؤ (NPT) کے معاہدے کا دستخط کنندہ ہے۔ یہ معاہدہ اِیران کو ایٹمی ٹیکنالوجی کے پرامن اِستعمال کا حق دیتا ہے لیکن مغربی دُنیا اِیران کے اِسلامی اِنقلاب 1979ء سے اتنی خوف زدہ ہے کہ وہ اِیران کی ایٹمی صلاحیت کو اپنے لئے اور اِسرائیل کے لئے شدید خطرہ سمجھتی ہے۔ یہ خوف اُس وقت بڑھ گیا جب یہ خبریں پھیلیں کہ ایران نے شمالی کوریا سے ایسے میزائل حاصل کئے ہیں جو ماسکو سمیت یورپ کے کئی ممالک کو نشانہ بناسکتی ہے۔ اِیران نے کہا ہے کہ اِیران کا ایٹمی پروگرام جاری رہے گا جس سے امریکہ کو پریشانی لاحق ہے۔ دونوں فریقین مساوات کی بنیاد پر بیٹھ کر مسئلے کا حل تلاش کرے تو خطے کے عوام کیلئے بہتر ہوگا۔

۶۔ شمالی کوریا کا ایٹمی تنازعہ: (North Korean Atomic Dispute)

ایران کی طرح شمالی کوریا بھی مغربی تنقید کا نشانہ ہے کیونکہ اُن کے بقول شمالی کوریا ایٹمی مواد کے عدمِ پھیلاؤ کے معاہدے کا رُکن ہوتے ہوئے بھی ایٹمی اسلحہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ امریکی صدر اوباما کے مطابق شمالی کوریا عدمِ پھیلاؤ کے معاہدہ کے حوالے سے اپنے فرائض پوری نہیں کر رہا۔ شمالی کوریا اکتوبر 2006ء میں زیرِ زمین ایٹمی دھماکہ کر چکا ہے اور اسکا باقاعدہ اعلان بھی کیا ہے۔ مغربی دُنیا کے سائنسی اِداروں نے اِس کی تصدیق بھی کی۔ شمالی کوریا کے حکام نے بیجنگ میں چینی اور امریکی حکام کے ساتھ اکتوبر 2003ء میں گفت وشنید میں یہ تسلیم کیا کہ اُن کے پاس ایٹمی اسلحہ موجود ہے۔ ساتھ یہ دھمکی بھی دی کہ شمالی کوریا مزید ایٹمی اسلحہ حاصل کرنے اور اِسے برآمد کرنے کا اِرادہ رکھتا ہے۔ شمالی کوریا نے پلوٹونیم کو بھی حاصل کیا جو ایٹمی اسلحے کی موجودگی کو ثابت کرتا ہے۔

۷۔ پاک بھارت معاملات: (Pak-India Affairs)

پاکستان اور بھارت روایتی حریف ہیں اور اِن کے درمیان کئی سنجیدہ مسائل موجود ہیں۔ جن مسائل میں مذاکرات کا راستہ اِختیار کیا گیا، وہی مسائل حل ہوئے اِسلئے ضرورت اِس بات کی ہے کہ دیگر مسائل کے حل کیلئے بھی مذاکرات کا راستہ اِختیار کیا جائے:

پاک بھارت دریاؤں کی تقسیم کا تنازعہ:

اِس وقت ہندوستان اور پاکستان کے درمیان پاکستان کے پانی پر ہندوستان میں زیرِ تعمیر تین ڈیموں کا تنازعہ ہے۔ اِن تین منصوبوں میں بگلیہار ڈیم، وولر بیراج اور کشن گنگا ڈیم شامل ہیں جو پاکستان کو آنے والے پانی پر تعمیر ہو رہے ہیں۔ ایک طرف پاکستان کو پہلے سے پانی کی قلت کا سامنا ہے جبکہ دوسری طرف پاکستان کے حصے میں آنے والے دریاؤں پر بھارت ڈیم بنانے کا منصوبہ شروع کر چکا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے ذریعے بھارت کو اِن دریاؤں تک رسائی کی سہولت حاصل ہے۔ یہ سندھ طاس معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔ اِن ڈیموں کی تعمیر پر پاکستان نے اِحتجاج کیا ہے۔ اِن منصوبوں سے پاکستان کے نیلم جہلم کا منصوبہ بھی متاثر ہوسکتا ہے۔ پاکستان کا موقف ہے کہ بھارت اِن ڈیموں کو ہتھیار کے طور پر اِستعمال کرسکتا ہے۔ اِن پر گفت وشنید کا سلسلہ چلتا رہا ہے اور اقوامِ متحدہ کو بھی اِس مسئلے کے حل کیلئے اِستعمال کیا جا رہا ہے۔

NOT FOR SALE

پاک بھارت 1965ء اور 1971ء کی جنگیں:

پاکستان اور بھارت کے درمیان 1965ء کی جنگ کی تباہی کے بعد سابقہ سویت یونین کی حکومت کی خواہش پر روس کے شہر تاشقند میں بات چیت ہوئی اور تاشقند کا معاہدہ طے ہوا۔ اِس طرح 1971ء کی لڑائی کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان بھارت کے شہر شملہ میں کامیاب مذاکرات ہوئے اور دونوں ممالک کے درمیان امن کا معاہدہ طے پایا۔ یعنی ممالک کو یہ اِحساس تو ہے کہ مسائل کو بات چیت کے ذریعے حل کیا جائے اور جنگ کے ذریعے مسائل کو حل نہیں کیا جاسکتا لیکن اِس سوچ پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

پاک بھارت اور کشمیر:

کشمیر دونوں ممالک کے درمیان ایک سنگین اور خطرناک مسئلہ ہے جو نہ صرف اِس خطّے کو بلکہ ساری دُنیا کو ایٹمی جنگ کی لپیٹ میں لے سکتا ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان اِس مسئلے کی وجہ سے کئی بار جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی ہے۔ ساری دُنیا کی خواہش ہے کہ دونوں ممالک اِس مسئلے کو باہمی بات چیت کے ذریعے حل کریں لیکن بھارت کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے گفت وشنید کا عمل ابھی تک کامیابی کے ساتھ شروع نہ کیا جاسکا۔

عالمی سطح پر تنازعات کے حل کیلئے گفت وشنید کا اِستعمال
(Use of Negotiations to Settle International Disputes)

دُنیا کی تاریخ میں ایسے بے شمار تنازعات کا ذکر موجود ہے جنہیں یا تو گفت وشنید کے ذریعے حل کیا گیا یا حل کرنے کی کوشش کی گئی۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد کئی بین الاقوامی تنازعات نے سر اُٹھایا تھا۔ جنگِ عظیم اول کے خاتمے کے بعد اقوامِ عالم کا فرانس کے شہر پیرس کے قریب امن کانفرنس منعقد کی گئی۔ کافی غور وخوض اور گفت وشنید کے بعد کئی اہم مسائل وتنازعات کو حل کر دیا گیا۔

شمالی کوریا کی حکومت نے 94-1993ء میں ایٹمی مواد کے عدمِ پھیلاؤ کے معاہدہ (NPT) سے کنارہ کشی اِختیار کی اور ایٹمی پروگرام جاری رکھنے کا اِعلان کیا۔ امریکی صدر بل کلنٹن نے اِس مسئلے کو گفت وشنید کے ذریعے حل کرنے کی پالیسی

NOT FOR SALE

اختیار کی۔ دونوں ممالک کے درمیان بات چیت شروع ہوئی اور تفصیلی گفت وشنید کے بعد معاہدہ تک پہنچ گئے۔ شمالی کوریا ایٹمی پروگرام بند کرنے پر راضی ہوئی اور اس کے بعد امریکہ، جنوبی کوریا اور جاپان نے مشترکہ طور پر شمالی کوریا کو دو ایٹمی ری ایکٹر دیئے۔ ایک دہائی کے بعد یہ معاہدہ اُس وقت خطرے میں پڑ گیا جب دُنیا کہنے لگی کہ شمالی کوریا کے پاس ایٹمی اسلحہ بنانے کی صلاحیت موجود ہے۔

فلسطینیوں اور اسرائیل کے درمیان فلسطینی ریاست کے قیام کے حوالے سے عرصۂ دراز سے جنگ جاری ہے۔ اس جنگ میں فریقین کو سخت مالی وجانی نقصان بھی پہنچا ہے۔ اسرائیلی فوج فلسطینیوں پر حملے کر رہی ہے جبکہ فلسطینی مسلح تنظیمیں اسرائیل کو نشانہ بناتی رہی ہے۔ امریکی حکومت کی مداخلت سے فلسطینی نمائندوں اور اسرائیل کے درمیان اوسلو (ناروے) میں 1993ء میں گفت وشنید شروع ہوئی۔ طویل گفت وشنید کے بعد فریقین اُصولوں کے اعلامیئے پر راضی ہوئے۔ اس میں فلسطینی قیادت (یاسر عرفات) نے اسرائیل کو تسلیم کیا اور اسرائیل نے فلسطینی اکثریتی علاقوں میں مرحلہ وار انتقالِ اقتدار پر رضامندی ظاہر کی۔ اس گفت وشنید کو جاری رکھا گیا اور 95-1994ء کے معاہدات کے بعد محمود عباس کی قیادت میں فلسطینی نیشنل اتھارٹی قائم کی گئی۔ فلسطینیوں کو غزہ کی پٹی اور دریائے اُردن کے مغربی کنارے کے بعض حصوں میں خودمختاری دی گئی۔ اس کے بعد اُردن اور اسرائیل کے درمیان بات چیت شروع ہوئی اور دونوں ممالک کے درمیان معاہدہ ہوا۔

پاک بھارت 1965ء کی جنگ کے بعد کے تنازعات کو گفت وشنید اور سویت یونین کی ثالثی کے ذریعے معاہدہ تاشقند کے ذریعے حل کیا گیا۔ پاک بھارت 1971ء کی جنگ کے بعد کے تنازعات کو بھارت کے شہر شملہ میں دونوں ممالک کی قیادت کے باہمی بات چیت کے ذریعے حل کیا گیا۔

عالمی تنازعات کی وجوہات
(Causes of International Disputes)

بین الاقوامی تنازعات کی کئی اہم وجوہات ہیں اور سب سے اہم آزادی کا مسئلہ ہے۔ دُنیا میں اکثر عالمی مسائل آزادی کی تحریکوں کی وجہ سے ہیں۔ آزادی ہر انسان اور قومیت کا حق ہے۔ لیکن جب حریت پسندوں کے راستے میں رکاوٹیں

NOT FOR SALE

پیدا کی جاتی ہیں تو شدید مسائل جنم لیتے ہیں۔ جن ممالک سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہی ملک مسائل کا سب سے بڑا سبب ہوتے ہیں۔ حریت پسندوں کو کچلا جاتا ہے؛ انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کی جاتی ہیں اور غیر انسانی سرگرمیاں کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے مسئلہ مزید شدت اختیار کر جاتا ہے۔ پھر عالمی اداروں اور بڑی طاقتوں کا فریق بننا یا جانبدار رہنا مزید بربادی کا سبب بنتا ہے۔ مثال کے طور پر چیچنیا کے عوام روس سے آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن روس حریت کی تحریک کو کچلنا چاہتا ہے۔ سابقہ یوگوسلاویہ سے بوسنیا اور کوسوو نے مالی وجانی قربانی دے کر آزادی حاصل کی۔ فلسطین کے لوگ اسرائیل سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش میں ناقابل بیان مصائب سے گزر رہے ہیں۔ نگورنو کاراباغ کے لوگ آرمینیاء کی مدد سے آذربائیجان سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان تحریکوں کا عالمی تعلقات پر گہرا اثر ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد معاہدہ ورسیلز (Versailles) اور اقوامِ متحدہ کے منشور میں قومیتوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سیاسی مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا حق رکھتے ہیں جسے حق خود ارادیت کہا جاتا ہے۔ جب بعض قومیتیں یہ حق استعمال کرنا چاہتی ہیں تو اِن علاقوں پر قابض اقوام ان لوگوں کا یہ حق تسلیم نہیں کرتے۔ اس طرح عالمی مسائل جنم لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر کشمیر کے لوگوں کو اقوام متحدہ نے ایک قرارداد کے ذریعے حق خود ارادیت دیا ہوا ہے لیکن بھارت انہیں یہ حق استعمال نہیں کرنے دیتا۔

اکثر تنازعات کے پیچھے علاقے کی ملکیت کا مسئلہ ہوتا ہے۔ پاک وہند کی جنگیں بھی عموماً علاقہ کے تنازعہ پر ہوئیں۔ اس طرح فلسطین کے عوام اور اسرائیلی حکومت کے درمیان مسئلہ بنیادی طور پر علاقے کا ہے۔ عراق۔ ایران جنگ بھی ایک خاص علاقے یعنی شط العرب پر ہوئی تھی۔ ایک اور اہم وجہ وسائل پر قبضہ ہے۔ عراق اور کویت کے درمیان جنگ کی بنیادی وجہ تیل پر ملکیت تھی۔ اس وقت چند وسطی ایشیائی ممالک، روس اور ایران کا کیسپین تالاب کی ملکیت پر مسئلہ ہے کیونکہ یہ تالاب دُنیا کا سب سے بڑا تالاب ہے جو قدرتی وسائل سے بھرا ہوا ہے۔ دُنیا کے اکثر ممالک کے درمیان معاشی وسائل اور عالمی تجارت میں بالادستی پر غیر صحت مند مقابلہ شروع ہے جو کسی مقام پر ٹکراؤ کا سبب بن سکتا ہے۔

اکثر عالمی تنازعات کی بنیاد اندرونی خانہ جنگی یا بغاوتیں ہوتی ہیں۔ سری لنکا ایک طویل عرصے تک خانہ جنگی کا شکار رہا۔ تامل ٹائیگر نامی تنظیم نے وہاں کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی۔ عالمی تنازعات کے اسباب میں بڑی طاقتوں کا منفی رویہ اور طرزِ عمل بھی ہوتا ہے۔ بین الاقوامی تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے کیلئے بڑی طاقتوں کو مناسب کردار ادا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ ممالک ذاتی مفادات کی روشنی میں بین الاقوامی تعلقات کو چلاتے ہیں جو مسائل، مایوسی، حق

NOT FOR SALE

تلفی، نا اِنصافی اور جانبداری کا موجب بنتا ہے اور تنازعات حل ہونے کے بجائے مزید پیچیدہ اور لاینحل بن جاتے ہیں۔ اِس وقت امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس، روس اور دیگر عالمی طاقتیں عالمی امن کیلئے مناسب کردار ادا نہیں کر رہے۔ اُلٹا یہ ممالک کمزور ممالک کا اِستحصال کرتے رہے ہیں۔ عالمی اِداروں کی کمزور اور حوصلہ شکن کارکردگی، اِن اِداروں کی بے بسی اور جانبداری اور بڑی طاقتوں کا عالمی قانون کی خلاف ورزی بھی بین الاقوامی مسائل کا سبب بنتے ہیں۔ اگر دو عالمی جنگوں اور امریکہ وسابقہ سویت یونین کے درمیان سرد جنگ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ بنیادی طور پر نظریات کے درمیان ٹکراؤ اِن عالمی بربادی کا سبب تھا۔ امریکہ کی کوشش رہی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کو فروغ حاصل ہو جبکہ سویت یونین اشتراکی نظام کو پھیلانا چاہتا تھا۔ شمالی کوریا اور جنوبی کوریا کے درمیان 53-1950ء کی جنگ نظریاتی اِختلاف کی بنیاد پر تھی۔ افغانستان میں روس کی مداخلت بھی نظریہ کے پھیلاؤ کی وجہ سے تھی۔ اسلحہ کی دوڑ بھی جنگوں کا سبب رہی ہے۔ دونوں عالمی جنگوں کی وجوہات میں ممالک کے درمیان اسلحہ کی دوڑ بھی شامل ہے۔ آج تو ممالک کے درمیان ایٹمی اسلحہ کی دوڑ جاری وساری ہے جو کسی عظیم عالمی بربادی کی وجہ بن سکتی ہے۔

تنازعات کے حل کیلئے موثر حکمتِ عملیاں
(Effective Strategies for Successful Settlement of Conflicts)

عالمی تنازعات کے موثر حل کیلئے کئی حکمتِ عملیاں اِختیار کی جاسکتی ہیں۔ ایک موثر حکمتِ عملی کے بغیر تنازعات کو اچھے طریقے سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر جب ممالک سچائی کے ساتھ میدان میں اُترتے ہیں اور دیانتداری کے ساتھ یہ عزم کرتے ہیں کہ مسائل کو ہر حالت میں حل کرینگے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسائل حل نہ ہوں۔ ہر وہ کام جو جذبے، ہمت اور حکمت کے ساتھ کیا جائے تو وہ ضرور رنگ لاتا ہے۔ ہم اگر اپنے اِردگرد دیکھیں تو ہمارے محلے، گاؤں یا شہر وغیرہ میں ایسے گھمبیر مسائل ہوتے ہیں جنہیں حکومت بھی حل نہیں کرسکتی۔ لیکن جب عوام ایک عزم، اِحساس، سچائی اور حکمت و تدبر کے ساتھ میدان میں اُترتے ہیں تو مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ عالمی سطح پر کشمیر کا مسئلہ دیکھئے۔ ظاہراً تو بھارت عالمی دباؤ کی وجہ سے پاکستان کے ساتھ اعلیٰ سطح پر مذاکرات کیلئے تیار ہو جاتا ہے اور مذاکرات کے کئی دور بھی ہو جاتے ہیں لیکن بھارت چونکہ سچائی کے ساتھ میدان میں

NOT FOR SALE

نہیں اُترتا لہٰذا یہ مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ اِس طرح فلسطین کے مسئلہ پر فلسطینی اور اسرائیلی قیادت کے درمیان امریکہ کے کہنے پر کئی مذاکراتی دور ہوئے۔ لیکن اِسرائیل چونکہ دل سے یہ مسئلہ حل کرنا نہیں چاہتا اور وہ مذاکرات میں سنجیدہ اور سچا نہیں ہے اِسلئے یہ مسئلہ طول پکڑتا جا رہا ہے۔ اِسلئے ریاستوں کو مسائل کی حل کیلئے سنجیدگی اور سچائی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔

تصفیہ : (Conciliation)

بین الاقوامی مسائل کے حل کیلئے تصفیہ کرنا بھی ایک موثر راستہ ہے۔ تصفیہ متضاد گروہوں یا لوگوں کے درمیان اِختلاف کا خاتمہ اور دوستانہ ماحول کا قیام ہوتا ہے۔ لوگوں، گروہوں یا ریاستوں کے درمیان تنازعہ حل کرکے انہیں دوبارہ دوست بنانے کو تصفیہ کہا جاتا ہے۔ سال 1948ء میں جنوبی افریقہ میں سفید فام برسرِ اِقتدار آئے۔ جنوبی افریقہ میں نسل پرستی نسلی اِمتیاز اور عدم مساوات بطورِ رواج موجود تھے۔ 1948ء کے بعد نسلی اِمتیاز کو قانونی تحفظ دی گئی۔ سفید فاموں کی بالادستی قائم کرنے کا باقاعدہ سرکاری پروگرام شروع کیا گیا۔ سفید فاموں کی حکومت نے اِقتصادی اِستحصال، سیاسی بالادستی اور سماجی اِستحقاق کو جائز قرار دیا۔ غیر مساوی تعلیم، سفید فاموں کی خصوصی تحفظ، ملازمتوں میں اِمتیاز اور رہائشی جدائی کو یقینی بنایا گیا۔ سال 1950ء میں ایک قانون کے ذریعے چاروں بنیادی نسلی گروہوں یعنی سفید فام، سیاہ فام، کولورڈز (نہ کالے نہ سفید) اور ایشیائی لوگوں کیلئے جدا رہائشی علاقے مقرر کرنے کا قانون منظور کیا گیا۔ سیاہ فاموں کیلئے سفید فاموں کے علاقے تک رسائی اور دونوں کا باہمی شادی غیر قانونی قرار دیا گیا۔ سیاہ فاموں کیلئے شہروں میں بغیر اجازت کے 72 گھنٹے سے زیادہ گھومنے پھرنے پر انہیں گرفتار کیا جاتا تھا۔ لاکھوں لوگوں کو گرفتار کیا گیا اور اِنسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں کی گئیں۔

سابقہ حکومت کی نسلی اِمتیاز کی پالیسی اور اِس بنیاد پر کی گئیں مظالم کی تحقیقات کیلئے نیلسن منڈیلا کی حکومت نے 1995ء میں سچائی اور تصفیہ کمیشن (Truth and Reconcilliation Commission) قائم کیا۔ اپریل 1996ء میں اِس سترہ رُکنی کمیشن نے پادری ڈیسمانڈ ٹوٹو کی قیادت میں کام شروع کیا۔ کمیشن میں تمام نسلوں کو نمائندگی دی گئی تھی۔ کمیشن کا مقصد 1960ء سے 1994ء تک مظلوم اور نسل پرستی کے شکار یا نشانہ بننے والے لوگوں کو سننا تھا۔ کمیشن نے اُن لوگوں کو معافی دینے کے بارے میں بھی سوچنا تھا جنہوں نے نسلی بنیاد پر زیادتی کرنے کا اِعتراف کیا تھا۔ اُن لوگوں کو بھی بدلے کے طور پر کچھ دینا تھا جو نسلیت کے شکار بن چکے تھے۔ اِس کمیشن کا مقصد مظلوموں کی دادرسی کرنا اور مستقبل میں ایسے واقعات رونماء ہونے کا راستہ روکنا بھی تھا۔ سچائی اِختیار کرنے والوں اور اِعتراف کرنے والوں کو براہ راست عوام کو دکھایا گیا۔ کمیشن کو سابقہ حکمرانوں کے نامناسب، غیر مساویانہ اور نسلی اِمتیازات روا رکھنے کے بے شمار ٹھوس شواہد ملے۔ کمیشن نے پندرہ ہزار مظلوموں کے داستانیں سنیں اور 1998ء میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ رپورٹ میں نسلی اِمتیازات کی نشاندہی کی

NOT FOR SALE

گئی۔ ارکان نے اپنی تجاویز بھی پیش کیں اور ایک ایسے نظام کی سفارش کی جس میں انسانی حقوق کا احترام ہو۔ نسلی امتیازات کے شکار لوگوں کیلئے امداد اور دادرسی کے اقدامات بھی تجویز کیے گئے۔

ثالثی یا مصالحت (Mediation):

تنازعات کی موثر حل کیلئے ثالثی یا مصالحت کی حکمتِ عملی بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔ اس حوالے سے اقوام متحدہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ عرب اسرائیل مسئلے سے کئی اور ضمنی تنازعات نے جنم لیا ہے۔ اسرائیل اور شام کا دریائے اُردن کے پانی پر اور فوج سے خالی کردہ علاقے کے استعمال پر اختلافات کی وجہ سے دونوں ممالک کے درمیان سرحدی جھڑپیں ہوئیں۔ اس طرح شام، مصر، لبنان اور اُردن کے اسرائیل سے اختلافات میں مزید اضافہ ہوا۔ ان معاملات پر قابو پانے کیلئے اقوام متحدہ نے ثالثی کی کوششیں کیں لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ سال 1967ء میں عرب اسرائیل کے درمیان چھ دن کی جنگ ہوئی جس میں مصر کی فضائی قوت کو جنگ کے پہلے دن ہی تباہ کر دیا گیا۔ اسرائیل نے غزہ کی پٹی اور جزیرہ نما سینائی پر قبضہ کیا۔ اسرائیل نے مشرقی بیت المقدس، دریائے اُردن کے مغربی کنارے اور گولان کے علاقوں پر بھی قبضہ کیا۔ نومبر 1967ء میں اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل نے قرارداد نمبر 242 کے ذریعے اسرائیل کو مقبوضہ علاقوں کے مشروط انخلاء کیلئے کہا۔ شرط یہ تھی کہ عرب ممالک بھی اسرائیل کو تسلیم کرے اور امن کے ساتھ رہیں۔ تاہم فریقین ان شرائط کو ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے۔

اقوام متحدہ نے 48-1947ء میں بھارت اور پاکستان کے درمیان کشمیر میں جاری جنگ کو روکنے کیلئے جنگ بندی کے احکامات جاری کیے۔ اقوام متحدہ نے آزاد اور مقبوضہ کشمیر کے درمیان ایک عارضی خط لائن آف کنٹرول (LOC) کے نام سے قائم کی۔ اس خط کی نگرانی کیلئے اقوام متحدہ کی نگران فوجی گروہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور ساتھ یہ بھی تسلیم کیا گیا کہ کشمیریوں کو اپنی سیاسی مستقبل کا فیصلہ کرنے کیلئے حق خودارادیت حاصل ہے۔ لیکن فریقین خصوصاً بھارت اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہے اور مسئلہ حل ہونے کی بجائے مزید پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔ اقوام متحدہ عالمی مسائل و تنازعات حل کرنے کیلئے ایک اہم ادارہ ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس ادارے کو بااختیار بنایا جائے تاکہ یہ اپنے فیصلوں کو منوا سکے۔

عالمی قائدین سچائی اور دیانت کے ساتھ اگر آگے آئیں تو کئی مسائل کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

عالمی و علاقائی ادارے بھی اگر دیانتداری سے چاہیں تو کئی تنازعات ختم کر سکتے ہیں مثلاً اسلامی

NOT FOR SALE

سربراہی کانفرنس، عرب لیگ، خلیجی تعاون کونسل، نیٹو، سارک، اقتصادی تعاون کی تنظیم، دولتِ مشترکہ اور یورپی یونین وغیرہ۔ کئی ممالک بھی اس پوزیشن میں ہیں کہ اگر سچائی کے ساتھ آگے آئیں تو کئی مسائل ختم کیے جا سکتے ہیں مثلاً امریکہ، روس، چین، جرمنی، فرانس، آسٹریلیا، سعودی عرب، ترکی، پاکستان، برازیل، جنوبی افریقہ، برطانیہ اور کینیڈا وغیرہ۔

عالمی عدالتِ انصاف کے فرائض

(Functions of International Court of Justice)

بین الاقوامی عدالتِ انصاف یا عالمی عدالت اقوام متحدہ کا کلیدی حصہ ہے۔ یہ عدالت اقوام متحدہ کے منشور کی روشنی میں 1945ء میں قائم کی گئی۔ یہ عدالت اقوام متحدہ کے منشور کی روشنی میں کام کرتی ہے۔ یہ رکن ممالک کے درمیان قانونی مسائل حل کرتی ہے اور اقوام متحدہ اور اس کی مختلف ایجنسیوں کو بین الاقوامی قانون کے متعلق سوالات کے بارے میں قانونی رائے بھی دیتی ہے۔ اس کا صدر مقام نیدرلینڈ کے شہر ہیگ میں ہے۔ اقوام متحدہ کے تمام رکن ممالک اس عدالت سے رجوع کر سکتے ہیں۔ کوئی غیر رکن بھی اُس حالت میں فریق بن سکتا ہے جب وہ ملک اقوام متحدہ کے طے شدہ شرائط مانے اور عدالت کے اخراجات میں حصہ ڈالے۔

عدالت میں کیس دو طریقوں سے لایا جا سکتا ہے۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ فریقین رضامندی سے اپنا مسئلہ عدالت کو پیش کریں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک فریق یک طرفہ طور پر درخواست عدالت میں پیش کرے جب درخواست دہندہ کو یہ یقین ہو کہ فریق مخالف کسی معاہدے کی روشنی میں عدالت کا فیصلہ ماننے کا پابند ہے۔ فریقین پہلے سے اعلان کرتے ہیں کہ انہیں عدالت کا فیصلہ قبول ہوگا۔ عدالت فیصلہ کرتے ہوئے بین الاقوامی قانون کا سہارا لیتی ہے۔ عدالت کا فیصلہ فریقین کو تسلیم کرنا پڑتا ہے اور اسکے خلاف کسی بھی فریق کو اپیل کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ اقوام متحدہ کے منشور کی روشنی میں اگر کوئی فریق عدالت کے فیصلے پر عمل نہ کرے تو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کو فیصلہ نافذ کرنے کیلئے اقدامات اُٹھانے کا اختیار حاصل ہے۔

NOT FOR SALE

بین الاقوامی تنازعات میں ثالثی اور گفت وشنید کیلئے افراد کا کردار

(Role of Personalities in Mediation)

عالمی مسائل اور تنازعات میں عالمی شہرت یافتہ افراد ثالثی اور گفت وشنید کیلئے نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ماضی میں ایسی شخصیات کردار ادا بھی کر چکی ہیں۔ اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل اپنے عہدے کی اہمیت کی وجہ سے عالمی سطح پر مقبول شخصیت ہوتا ہے۔ کوئی بھی ملک اُس کی بات یا رائے کو آسانی سے نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق وہ ایک سفارتکار اور ثالث بھی ہے۔ وہ عالمی مسائل پر عالمی اتفاقِ رائے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بانکی مون صومالیہ کے مسئلے پر منعقد عالمی کانفرنس میں شرکت کیلئے انقرہ گئے تھے جہاں موقع کی مناسبت سے انہوں نے ترکی کی حکومت سے درخواست کی کہ ترکی قبرص اور آرمینیا کے ساتھ اپنے مسائل پر امن طریقے سے حل کرے۔ آپ نے ترکی کی قیادت کو مخاطب کرتے ہوئے استنبول میں ایک یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا ''آیئے! آرمینیا کے ساتھ آپ کے نئے سفارتی تعلقات قائم کرتے ہیں۔ آیئے! قبرص میں مواقع سے فائدہ اُٹھانے کیلئے راستہ ہموار کرتے ہیں۔'' لہٰذا اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل روایتی اختیارات اور کردار سے ہٹ کر سیاسی طریقوں سے مسائل حل کرنے میں مدد کر سکتا ہے۔

امریکہ کے قومی سلامتی کے مشیر کیسنجر نے اکتوبر 1970ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔ اس دورے کے دوران آپ نے صدر پاکستان آغا محمد یحیٰی خان سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں یحیٰی خان نے کیسنجر کیلئے چین جانے کا راستہ ہموار کیا۔ اس طرح یحیٰی خان کی کوشش سے کیسنجر چین کے دورے پر چلے گئے۔ اُس نے امریکی صدر رچرڈ نکسن کیلئے راستہ ہموار کیا۔ رچرڈ نکسن پہلے امریکی صدر تھے جنہوں نے عوامی جمہوریہ چین کا دورہ کیا۔ اس طرح دونوں ممالک کے درمیان تعلقات اِستوار ہوئے اور چین بھی اقوام متحدہ کا ممبر بنا۔

پاکستان اور بھارت کے درمیان 1965ء میں جنگ ہوئی۔ جنگ کے بعد روس کے وزیر اعظم کوسیجن نے 4 جنوری 1966ء کو بھارت کے وزیر اعظم لال بہادر شاستری اور پاکستان کے صدر ایوب خان کے درمیان تاشقند میں بات چیت کا اہتمام کروایا۔ کوسیجن کی کوششوں سے دونوں ممالک کے درمیان تاشقند میں امن کا معاہدہ ہوا۔ خلیج کی ایک جنگ روکنے کیلئے پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف نے ذاتی دلچسپی لے کر کئی ممالک کا دورہ کیا اور ایک سفر کے دوران اُن کا طیارہ بھی

NOT FOR SALE

نشانہ بنا لیکن وہ طیارے سمیت بچ گئے۔

اِس وقت دُنیا کا خطرناک ترین خطہ فلسطین کی سرزمین ہے۔ اسرائیل اور فلسطینیوں کے درمیان جنگ 1948ء میں اِسرائیل کے قیام سے شروع ہوئی۔ اِس جنگ میں طرفین کو مالی وجانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے اور سرزمینِ عرب ایک ہولناک تباہی کے کنارے پر ہے۔ امریکی صدر نے دونوں قوموں کو کئی بار بات چیت کرنے پر مجبور کیا اور امریکی صدر کی قیادت میں اہم معاہدات ہوئے۔ مثال کے طور پر 1993ء میں اوسلو معاہدہ جس میں تنظیم آزادی فلسطین نے اِسرائیل کو تسلیم کیا اور اِسرائیل نے غزہ کی پٹی اور دریائے اُردن کے مغربی کنارے کے چند علاقوں میں فلسطینی نیشنل اتھارٹی قائم کرنے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد بھی امریکی صدر نے دونوں کو بات چیت کرنے کیلئے آمادہ کیا۔ اس سلسلے میں امریکی صدر کلنٹن، جارج بش اور اوبامہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ 1920ء اور لیگ آف نیشنز کے قیام میں سب سے زیادہ کردار اُس وقت کے امریکی صدر وِلسن کا رہا۔ اس نے عالمی تباہی روکنے اور ایک عالمی اِدارے کی قیام میں ذاتی دلچسپی لے کر کامیاب جدوجہد کی۔

اِن چند مثالوں سے بات ثابت ہو جاتی ہے کہ عالمی تنازعات میں افراد کے انفرادی اور ذاتی کردار اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ خصوصاً ایسی قیادت جنہیں عالمی شہرت حاصل ہو وہ بین الاقوامی مسائل کے حل میں موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

ایک اچھے ثالث اور گفت وشنید کرنے والے کے خواص

(Qualities of Negotiator/Mediator)

تنازعات کی ثالثی میں ثالث کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ خاص طور پر جائزاتی ثالثی میں ثالث کی اہمیت سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ یہ ایک اہم کام ہے اور ایک عام آدمی کا کام نہیں اِسلئے ایک ثالث اور گفت وشنید کرنے والے میں کئی خواص کا ہونا لازمی ہے۔ ایک ثالث یا گفت وشنید کرنے والے کے اہم خواص درج ذیل ہیں:

ا۔ ثالث ایک منصف کی طرح ہوتا ہے اِسلئے ثالث غیر جانبدار، مخلص اور دیانتدار ہونا چاہیئے۔ اُسے کسی فریق کی طرف جھکاؤ نہیں رکھنا چاہیئے۔ وہ اِخلاص اور ذاتی جذبۂ خیر کے ساتھ آگے آئے اور اسے دیانتداری کا خوب مظاہرہ کرنا چاہیئے۔

NOT FOR SALE

۲۔ ثالثی کرنا، گفت وشنید کرنا یا کروانا ایک ہنر ہے لہٰذا ثالث کو فریقین کی نفسیات سمجھنے کی صلاحیت ہونی چاہیئے۔ ثالث کی توجہ اِس بات پر ہو کہ فریقین مستقبل میں چیزوں کو کن زاویوں سے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ ثالث کو فریقین کی نبض پر ہاتھ رکھ کر آگے جانا چاہیئے۔

۳۔ ایک اچھے ثالث کیلئے تجربہ کار ہونا چاہیئے۔ تجربہ جتنا زیادہ ہوگا معاملہ اتنا ہی جلدی اور آسانی سے حل ہوگا۔ اِسلئے ثالث تجربہ کار، سرد مزاج اور صابر ہونا چاہیئے۔ اگر وہ جذباتی اور گرم مزاج ہو تو مسئلہ حل ہونے کی بجائے مزید خراب ہو سکتا ہے۔

۴۔ مذاکرات، بات چیت اور ثالثی پر ماحول کا بہت اثر ہوتا ہے۔ ثالث یا مذاکرات کار کیلئے ماحول پر نظر رکھنے کی صلاحیت ہونی چاہیئے۔ ثالث ماحول کو اپنے قابو میں رکھے لیکن ماحول، شرکاء اور فیصلہ پر اثر انداز ہونے کی کوشش نہ کرے۔

۵۔ ثالث کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایک معتدل، پرسکون، محفوظ اور خوشگوار ماحول کو یقینی بنائے۔

۶۔ ثالث کیلئے صاحبِ کردار ہونا بھی لازمی ہے۔ ثالث ایسا کردار ادا کرے کہ دونوں فریقین اُس کے کردار سے مطمئن ہوں۔

۷۔ مذاکرات کار کیلئے ضروری ہے کہ جن معاملات پر اِختلاف ہو وہ اُن معاملات میں ماہر ہو تا کہ مسئلے کی جڑ تک آسانی سے پہنچا جا سکے۔ ثالث کیلئے اِنصاف پسند ہونا بھی بے حد اہم ہے۔

۸۔ ثالث اِنصاف پسند اور تعلیم یافتہ ہونا چاہیئے۔

اچھے ثالث و گفت وشنید کرنے والے کی خصوصیات کیسے اپنائی جا سکتی ہیں۔ تجاویز
(How to Adopt Qualities of A Good Mediator and Negotiator)

ہر اِنسان ایک اچھا ثالث اور گفت وشنید کرنے والے کی خصوصیات کو اپنا سکتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہر اِنسان میں مسائل و تنازعات کو حل کرنے کا جذبہ ہونا چاہیئے۔ اِنسانی زندگی کا مقصد اِنسانی معاشرہ میں امن کا قیام ہونا ضروری ہے۔ اگر ثالثی اور گفت وشنید کرنے والوں کی قربت حاصل رہے اور اُن کی سرگرمیوں پر نظر ہو تو یہ ہنر سیکھا جا سکتا ہے۔ اِس مقصد کیلئے مشاہدہ اور مطالعہ بھی بہت ضروری ہے جس کے ذریعے ثالثی اور گفت وشنید کے لوازمات سے واقفیت حاصل کی

NOT FOR SALE

جا سکتی ہے۔ اپنے گھر، خاندان اور گاؤں یا شہر میں ہونے والی ثالثی اور گفت وشنید کی سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہیئے اور ہر پہلو پر نظر رکھنی چاہیئے۔ ثالث بننے کیلئے قربانی کا جذبہ ہونا چاہیئے۔ بے لوث خدمت اور ذاتی نقصان کی قیمت ادا کر کے ایک فرد بہترین ثالث یا گفت وشنید کرنے والا بن سکتا ہے کیونکہ اِس راستے میں جانی و مالی قربانی دینے کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اِنصاف پسندی کو زندگی کا لازمی حصہ بنانا پڑتا ہے کیونکہ ثالثی اور گفت وشنید کا مقصد تنازعے کا مبنی بر اِنصاف فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ ثالث بننے کیلئے قانون اور رسم و رواج کے علاوہ مذہبی احکامات و تعلیمات سے بھی واقفیت ضروری ہے کیونکہ اکثر فیصلے قانون، رسم و رواج اور مذہبی اُصولوں کی روشنی میں کرنے پڑتے ہیں اور تنازعات کے ایسے حل پائیدار ہوتے ہیں۔ اچھے ثالث یا گفت وشنید کرنے والے کی خصوصیات پہلے بیان کی گئی ہے۔ اگر اِن میں اکثر خصوصیات کو اپنایا جائے تو کوئی بھی فرد ثالث اور گفت وشنید کرنے والا بن سکتا ہے۔ ایک اچھے شہری کیلئے لازمی ہے کہ وہ تنازعات کی ثالثی اور فریقین کے درمیان بات چیت کی صلاحیت رکھے۔

مشق

1۔ درج ذیل جملوں میں خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کریں:

ا۔ 14 مئی 1948ء کو اِسرائیلی ریاست کے ۔۔قیام۔۔ کا اِعلان کیا گیا۔

۲۔ امریکہ اور اِسکے ۔۔۔۔۔۔۔ کو جیو اور جینے دو کی پالیسی اِختیار کرنی چاہیئے۔

۳۔ سری لنکا ایک طویل عرصے تک اندرونی ۔۔۔۔۔۔۔ کا شِکار رہا ہے۔

۴۔ عالمی عدالت انصاف کا صدر مقام نیدرلینڈ کے شہر ۔۔۔۔۔۔۔ میں ہے۔

۵۔ ثالث بننے کیلئے ۔۔۔۔۔۔۔ کا جذبہ ہونا چاہیئے۔

NOT FOR SALE

2۔ درج ذیل سوالات کے لیے موزوں جواب یعنی ا،ب،ج یا د منتخب کر کے ہر سوال کے سامنے دیئے گئے خالی خانے میں لکھیں۔

ا۔ فلسطینی علاقہ 1917ء میں ------------ سے برطانیہ کے کنٹرول میں چلا گیا۔

(ا) ایران (ب) افغانستان (ج) چین (د) ترکی

۲۔ گیارہ ستمبر 2001ء کو ------ کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر نیویارک اور پینٹا گان پر ہوائی حملے ہوئے۔

(ا) کینیڈا (ب) برطانیہ (ج) جاپان (د) امریکہ

۳۔ شمالی کوریا اکتوبر 2006ء میں زیر زمین ------- دھماکہ کر چکا ہے۔

(ا) بارودی (ب) تباہ کن (ج) ایٹمی (د) تفریحی

۴۔ دونوں عالمی جنگوں کی وجوہات میں ممالک کے درمیان ------- کی دوڑ بھی شامل ہے۔

(ا) اِقتدار (ب) لالچ (ج) پیسے (د) اسلحہ

۵۔ کوسیجن کی کوششوں سے پاکستان اور بھارت کے درمیان ------- میں امن کا معاہدہ ہوا۔

(ا) تاشقند (ب) ثمرقند (ج) بخارا (د) دہلی

۶۔ ثالث کیلئے ------- پسند ہونا بھی بے حد اہم ہے۔

(ا) اِنصاف (ب) روایت (ج) رُجعت (د) اِنقلاب

3۔ درج ذیل جملوں میں صحیح جملوں کیلئے صحیح اور غلط جملوں کیلئے غلط پر نشان لگائیں:

ا۔ گیارہ ستمبر 2011ء کو امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گان پر ہوائی حملے ہوئے۔ صحیح۔غلط

۲۔ امریکہ نے مارچ 2003ء میں عراق پر حملہ کیا۔ صحیح۔غلط

۳۔ پاک بھارت جنگ 1965ء کے بعد تاشقند کا معاہدہ ہوا۔ صحیح۔غلط

۴۔ تنازعات کی حل کیلئے ثالثی ایک غیر موثر طریقہ ہے۔ صحیح۔غلط

۵۔ اِس وقت دُنیا کا خطرناک ترین خطہ اُردن کی سرزمین ہے۔ صحیح۔غلط

۶۔ لائن آف کنٹرول پاکستان اور چین کے درمیان ایک عارضی سرحد ہے۔ صحیح۔غلط

۷۔ گفت وشنید کا مقصد تنازعات کا مبنی بر اِنصاف فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ صحیح۔غلط

NOT FOR SALE

۸۔ شمالی کوریا کے پاس ایٹمی اسلحہ موجود ہے۔ صحیح۔غلط

4۔ کالم ملائیں:

کالم الف۔	کالم ب۔
اِنقلاب	طالبان
القاعدہ	جنگ
مشرق	کوریا
شورش	وسطی
مغربی	ایران
شمالی	زدہ
سرد	کنارہ

5۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں:

ا۔ اِسرائیلی ریاست کب اور کہاں وجود پذیر ہوئی؟

۲۔ لائین آف کنٹرول کیا ہے؟

۳۔ اوسلو کا معاہدہ کب اور کہاں ہوا اور اِسکی اہم باتیں کیا تھیں؟

۴۔ ثالث یا گفت وشنید کرنے والے کی خصوصیات بیان کریں۔

6۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیجئے:

ا۔ موجودہ عالمی تنازعات کا تاریخی پس منظر تحریر کیجئے۔

۲۔ عالمی تنازعات کی وجوہات کی نشاندہی کریں۔

۳۔ تنازعات کے موثر حل کیلئے حکمتِ عملیاں کیا ہو سکتی ہیں؟

۴۔ عالمی ثالثی میں اقوامِ متحدہ کے کردار اور عالمی عدالتِ اِنصاف کے افعال پر نوٹ تحریر کریں۔

۵۔ بین الاقوامی تنازعات میں ثالثی اور گفت وشنید کیلئے افراد کا کردار بیان کریں۔

NOT FOR SALE